© rasailojaraid.com

ابتدائیہ

حج مسلمانوں کا ایک ایسا بین الاقوامی اجتماع ہے، جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان دنیا کے تمام اطراف و اکناف سے ہر سال یہاں جمع ہوتے ہیں ۔ یہ اجتماع عملی طور پر اتحاد اسلامی کے بڑے زبردست امکانات کا حامل ہے ۔ چنانچہ رابطہ" العالم الاسلامی نے حج کے اسی پہلو سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۷ اپریل سے ۲۴ اپریل ۱۹۶۵ء کی تاریخوں میں ایک عظیم اسلامی مؤتمر منعقد کی ۔ اس بین الاقوامی اسلامی اجتماع میں، جس میں پر خلوص حقیقی اور گہری دینی روح کار فرما تھی، تمام دنیا کے مسلمانوں کے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ۔ اس میں مقالات پڑھے گئے، تجاویز پیش ہوئیں اور قرار دادیں منظور کی گئیں ۔ انہی پر مشتمل "فکر و نظر" کے اس شمارے کو ہم رابطہ" العالم الاسلامی کے ایک جامع مرقع کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں ۔

یہ شاہ فیصل کی خیال افروز تقریر تھی، جس نے مؤتمر کو شروع ہی میں ایک خاص نہج پر ڈال دیا اور اسے ایک مخصوص انداز فکر دیا ۔ شاہ فیصل نے اپنی تقریر میں اسلامی بنیادوں پر ترقی پسندانہ راہ فکر و عمل پیش کی ۔ اور مسلمان ملکوں کے سر براہوں کے اجتماع کی دعوت دی ۔ شاہ فیصل کے جواب میں سر احمدو بلو نے اس بات کو بڑی شد و مد سے دہرایا کہ اسلام ہی مسلمانوں کو صحیح معنوں میں متحد کر سکتا ہے ۔ نسل یا زبان کی بنیاد پر کوئی اتحاد ممکن نہیں ۔ اس ضمن میں یہ امر بہر حال افسوسناک ہے کہ انڈونیشیا، جو تقریباً ساڑھے نو کروڑ مسلمانوں کا ملک ہے، اس کانفرنس میں موجود نہ تھا ۔

اجمالاً دیکھا جائے تو امت مسلمہ کو جو مسائل در پیش ہیں وہ دو طرح کے ہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اولاً ۔ ہر قسم کے استعمار اور جبر و تشدد سے آزادی ، خصوصاً جن ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں ' وہ اس جبر و تشدد کا زیادہ شکار ہیں
ثانیاً ۔ ترقی پسند اسلامی تصورات اور اصول کی بنیادوں پر امت مسلمہ کی تشکیل نو ۔

اپنے ظہور کے وقت اسلام کی اولین حیثیت ایک ایسی تحریک کی تھی ، جس کا محور توحید الہی تھا اور اس کے شانہ بشانہ انسانی وحدت و مساوات کے اصول تھے جن میں معاشرتی اقتصادی عدل پر بے حد زور دیا گیا تھا ۔

جب تک امت مسلمہ میں من حیث المجموع اس بنیادی اسلامی حقیقت کا شعور و احساس زندہ رہا ' اس وقت تک نہ صرف یہ کہ اسلام پھیلتا رہا بلکہ عالم اسلام ترقی کی شاہراھوں پر گامزن رہا ۔ اور سیاسی و اقتصادی طور پر مستحکم اور خوشحال رہا ۔ لیکن پچھلی چند صدیوں کے دوران مسلمان بہت تیزی سے اسلام کی دعوت سے دور ہوتے چلے گئے ۔ پہلے تو ان کی معاشرت ، اقتصادیات اور ثقافت میں اندرونی انحطاط شروع ہوا ۔ بعد کی صدیوں میں ان کا سیاسی شیرازہ بھی منتشر ہو گیا ۔ بیرونی دشمنوں کے حملوں سے وہ معاشرتی ڈھانچہ جسے اندورنی انتشار پہلے ھی کھوکھلا کر چکا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ایک دم زمین پر آرہا۔ اور استعماری قوتوں کے زیر تسلط آ گیا۔ اب اگر یہ ٹکڑے کسی طرح سلامت رہ گئے ہیں اور ان میں کچھ زندگی کے آثار نظر آتے ہیں ، تو اس کی وجہ تمامتر یہ ہے کہ استعماری قوتیں ایک دوسرے سے بر سر پیکار ہیں اور اساسی طور پر ایک دوسرے کی کاٹ کر رہی ہیں ۔ عربی کے مشہور شاعر امرء القیس نے اپنی محبوبہ کے بارے کے میں کہا تھا :۔

فتوضح فالمقراة لم یعف رسمھا   لما نسجتھا من جنوب و شمال

'' صحرا میں اس کے مسکن کے آثار بچ گئے کیوں کہ شمال اور جنوب کی ھواؤں نے ایک دوسرے کے اثرات کو ختم کر دیا ''

ٹکسالی قسم کی استعماریت کا سیلاب آخرکار بیسویں صدی کے وسط میں بڑی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگا ۔ لیکن اس استعمار کے ہٹنے پر جو نیا استعمار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہوا ، اس کے پنجے زیادہ ہولناک اور مہلک ثابت ہو رہے ہیں ۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ ''اس فاتح سے زیادہ خونخوار کوئی نہیں ہو سکتا جو پہلے مفتوح رہا ہو'' یہ بات صیہونیت اور ابھرتے ہوئے ہندو مت دونوں پر مکمل طور پر صادق آتی ہے ۔ دونوں ایک ہی طرح کی نظریاتی بنیادوں پر قائم ہیں ۔ صیہونیت کا صاف صاف یہ دعویٰ ہے کہ یہودی نسل ، یہودی مذہب اور ارض فلسطین ایک اٹوٹ رشتے سے وابستہ ہیں اور راسخ العقیدہ ہندوانہ روبہ بھی یہی ہے کہ ہندو نسل ، ہندو مذہب اور سر زمین ہندوستان لازمی طور پر ایک دوسرے کے مرادف ہیں ۔ یہ تصور جسے ''مذہب کا نسلی اور وطنی تصور'' کہا جاتا ہے کشمیر میں ہندو جارحیت اور ہندوستان میں مسلم اقلیت پر جبر و تشدد کا محرک ہے ، بعینہ جیسے یہ اسرائیل کی اصل بنیاد ہے ۔ ہم عالم اسلامی کی بالعموم اور اپنے عرب بھائیوں کی بالخصوص ، اس بنیادی حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں ۔

اس میں شک نہیں کہ بھارت اور اسرائیل دونوں کو مغربی طاقتوں سے جو بھی مدد مل سکے اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ اپنے ان نظریات اور تصورات کو، جو انسانیت کے کلی منافی ہیں اور جو اسلام کی عالمگیر حیثیت کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے، عملی جامہ پہنا سکیں پھر یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ وہ طاقتیں جو عیسائی ہونے کی مدعی ہیں، ان نظریات کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ بعض عیسائی حکومتیں مثلاً میکاریوس تو خود اسی قسم کے دوسروں کو ختم کرنے کے طریقہ کار اپنا رہے ہیں اور انہوں نے مسئلہ اقلیت کو حل کرنے کے لئے اسی وطیرہ کو اختیار کرنے کا عزم کر لیا ہے ۔ اب وقت آگیا ہے کہ دنیا میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے، مسلمان اسے محسوس کریں اور مشترک بنیادوں پر اس کا حل ڈھونڈیں ۔ حسن اتفاق سے اس وقت امت مسلمہ میں اپنے مسائل سے روز افزوں آگاہی کے آثار پائے جاتے ہیں گو بعض اوقات ان کا اتنا صحیح ادراک نہیں ہوتا جتنا ہونا چاہیے ۔

مسلمانوں کے روز افزوں شعور کی بدولت دوسری حکومتوں کی طرف سے ان پر جو مظالم ہو رہے ہیں اور انہیں اپنے حقوق سے جو محروم کیا جا رہا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر مسلمانوں کے یہ مسائل حل ہو بھی جائیں تب بھی معاشرے کی تشکیل نو کا اصل کام ختم نہیں ہو جاتا بلکہ حقیقتاً اس کا یہاں سے آغاز ہوتا ہے ۔ سچ پوچھئے تو یہ دوسرے مسائل سے بھی زیادہ اہم اور فوری توجہ کا طالب ہے۔ ہر چند کہ ان دونوں کو ایک ساتھ ہی فوری طور پر حل کرنے کی ضرورت ہے صحت مندانہ قوت تخلیق کی خاطر معاشرتی و اقتصادی اصلاحات کے ذریعے لوگوں کے نقطہ ہائے نظر میں مطلوبہ تبدیلی کے لئے جن اقدامات کی ضرورت ہے۔ وہ جلد از جلد کرنے چاہئیں ۔

یہ آج کے واضح اسلامی تقاضے ہیں، جن کے سامنے قدامت پسندوں کا بے ربط سی معمولی معمولی باتوں کی ظاہری شکلوں پر شدید اصرار کوئی حیثیت نہیں رکھتا ۔ ہمیں تمام شعبہ ہائے حیات میں اعلی معیار قائم کرنا ہیں ۔ ہر مسلمان ملک کو قومی زندگی ان کے مطابق بنانا ہوگی ۔ ہمارے علمی مراکز کو اپنے ہاں اعلیٰ ذہنی معیار وجود میں لانا ہوں گے ۔ ہمارے معاشروں میں نظریاتی سطح پر جو بیرونی اثرات خلل انداز ہو رہے ہیں ، ان کا قلع قمع کرنا ہوگا ۔ مذہبی قیادت کا فرض ہے کہ وہ قوم کے اندر از سر نو اخلاقی روح پیدا کرے اور چھوٹی چھوٹی سطحی باتوں کے پیچھے قوم کا وقت ضائع نہ کرے ۔ بہت بڑی تعداد میں فنی ماہرین کو ضروری تربیت دی جائے اور ان سے پیداوار بڑھانے میں پوری طرح مدد لی جائے ۔ بے تحاشا کثرت آبادی کو روکا جائے ۔ افلاس، امراض اور جہالت کا قطعی طور خاتمہ ہونا چاہئے اور معاشی بددیانتیوں، گداگری اور رشوت ستانی کا سختی سے قلع قمع کیا جائے ۔ یہ ہیں وہ اسلامی فرائض جو اس وقت مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں اور جن سے عہدہ بر آ ہونے کے لئے وہ ہر نماز اور ہر دعا میں توفیق ایزدی کے طلب گار ہیں ۔ جن مشکلات کا آج ہمیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ان سے عہدہ بر آ ہونے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ہم میں روشن خیالی کے ساتھ ساتھ اخلاقی جراٴت اور عزم و حوصلہ بھی ہو ۔

(ڈاکٹر) فضل الرحمن

© rasailojaraid.com